روزوں کے متعلق بعض فتاوے

(فتاوی الصیام)

(1) رمضان المبارک میں مسلمان کی حالت۔

سوال : رمضان المبارک کے آنے پر آپ مسلمانوں کو کیا نصیحت کریں گے ؟

جواب : الحمد للہ. اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا جو لوگوں کو هدایت کرنے والا ہے اور جس میں هدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیئے ، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالی کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالی کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔ البقرۃ(185)۔

یہ موسم اور رمضان المبارک کا مہینہ خیر وبرکت اور عبادت واطاعت کا عظیم موسم ہے، یہ بڑی عظمت والا مہینہ، اور ایک عزت وتکریم والے ایام ہیں جس میں نیکیاں بڑھتی ہیں، اور برائیاں بھی بڑھتی ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھلتے اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔

اس مہینہ میں گنہگاروں اور معصیت کا ارتکاب کرنے والوں کی توبہ قبول کی جاتی۔

خیر وبرکت کے اس موسم میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، اللہ تعالی نے تمہیں جو خصوصی انعام وفضل دیا ہے اس پر اللہ رب العزت کا شکر بجالاؤ، اس مہینہ کے شرف وفضل کے اوقات کو موقع غنیمت جانتے ہوئے اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت والے کام میں مشغول رہو، حرام کاموں سے اجتناب کرو تا کہ زندگی میں سعادت حاصل کرسکو اور موت کے بعد بھی سعادت حاصل ہو۔

پکے اور سچے مومن کے لیے تو ہر مہینہ ہی عبادت واطاعت کا موسم ہوتا ہے، لیکن رمضان المبارک کے مہینہ میں اس کی ہمت بڑھ جاتی ہے اور عبادت کے لیے اس کا دل زیادہ نشیط اور چست ہو جاتا ہے، وہ اپنے پروردگار کی ہر بات قبول کرتا ہے، ہمارا رب اور الہ بڑا ہی کریم ورحیم ہے وہ اپنی رحمت سے مومنوں کے روزوں کی نیکیاں زیادہ اور انہیں ان کے اعمال کا بہتر اجر عطا فرماتا ہے۔

آج کی رات کل رات سے کتنی مشابہ ہے۔۔۔

یہ دن کتنی تیز رفتاری سے گزر رہے ہیں گویا کہ چند لحظات تھے ابھی ہم نے کچھ عرصہ قبل رمضان المبارک کا استقبال کیا اور پھر اسے الوداع بھی کیا اور اب کچھ ہی مدت گزرنے کے بعد ایک بار پھر رمضان المبارک کا استقبال کرنے کی تیاری میں ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اس مہینہ میں اعمال صالحہ کرنے میں جلدی کریں ہمیں چاہیے کہ ہم اس ماہ مبارک میں اللہ تعالی کی رضا مندی والے کام کریں اور ایسے کام کرنے پر حرص رکھیں جو روز قیامت ہماری سعادت کا باعث ہوں۔

رمضان المبارک کی تیاری کس طرح کریں ؟

رمضان المبارک کی تیاری کے لیے انسان کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ اس نے کلمہ طیبہ کے تقاضہ کے مطابق عمل کیے ہیں یا کہ واجبات وفرائض میں کچھ کمی و کوتاہی کی ہے اور خواہشات وشبہات پر عمل پیرا رہا ہے ؟

لھذا مسلمان کو رمضان المبارک میں اعلی درجہ کے ایمان پر فائز ہونا چاہیے، اس لیے کہ ایمان میں کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے، مسلمان کا ایمان اطاعت کرنے سے زیادہ اور قوی ہوتا ہے، لیکن اگر نافرمانی کی جائے تو اس سے ایمان میں کمی اور نقصان پیدا ہوتا ہے۔

سب سے پہلی اور اعلی قسم کی اطاعت یہ ہے کہ اللہ تعالی کی توحید ثابت کی جائے اور اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ معبود برحق صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے، اور اسی طرح بندے کو چاہیے کہ تمام قسم کی عبادات صرف اور صرف اللہ تعالی کے لیے بجالائے، اور کسی بھی عبادت میں اللہ عزوجل کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی شرک نہ کرے۔

اور ہم میں سے ہر ایک کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اسے جو کچھ پہنچنے والا ہے وہ اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا وہ لامحالہ اسے پہنچ کر رہے گا، اور جو اس سے دور رہ جائے وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا، یعنی جو نقصان ہونا ہو وہ ہو کر رہتا ہے اور جو نہ ہونا ہو وہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا، اور یہ کہ ہر چیز تقدیر میں لکھی جا چکی ہے۔

ہمیں ہر اس چیز اور کام سے اجتناب کرنا چاہیے جو توحید کے مخالف ہو وہ اس طرح کہ ہمیں بدعات وخرافات اور دین میں نئی نئی رسم ورواج سے دور رہنا چاہیے، اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ولاء والبراء پر بھی عمل کرنا ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں اور مومنوں سے محبت وبھائی چارہ رکھیں، لیکن اس کے مقابلہ میں ہمیں کفار اور منافقوں سے دشمنی کرنی چاہیے اور ان سے بغض رکھنا چاہیے۔

ہمیں مسلمانوں کے کفار پر غالب ہونے پر خوش ہونا چاہیے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کے طریقے پر عمل پیرا ہونا چاہیے، اسی طرح ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت اور طریقہ پر چلنا چاہیے، ہم سنت سے

محبت کریں اور جو سنت اور احادیث پر عمل کرے اس سے ہمیں محبت کرنی چاہیے اور اس کا دفاع کرنا چاہیے چاہے وہ کسی بھی ملک میں ہو اور کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔

اس کے بعد ہمیں اپنے آپ کا بھی محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم میں کیا کمی و کوتاہی ہے، ہم کتنی اطاعت کرتے ہیں، جماعت کے ساتھ کتنی نمازیں ادا کرتے ہیں، اللہ تعالی کا ذکر کتنا کرتے ہیں، پڑوسی، رشتہ داروں اور مسلمانوں کے حقوق کتنے ادا کرتے ہیں، سلام عام کرنے چاہیے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے ہیں کہ نہیں، ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہیں، اوران سب کاموں میں آنے والی تکالیف پر صبر کریں، اور برائی کرنے سے بھی پرہیز کریں، اللہ تعالی کی اطاعات کریں اور تقدیر پر بھی صبر کریں۔

اس کے بعد معاصی اور شہوات کی اتباع کا بھی محاسبہ کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو ان معاصی سے اجتناب کرنا چاہیے، چاہے وہ معصیت چھوٹی ہو یا بڑی، اور اسی طرح وہ معصیت وگناہ آنکھ سے حرام چیز کی طرف دیکھنے، یا پھر کان سے حرام اشیاء موسیقی اور گانے سننے پر بھی محاسبہ کرنا چاہیے اور اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے، اسی طرح اپنے پاؤں سے صرف اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی والے کام کی طرف ہی چلنا چاہیے۔

اللہ تعالی کی نافرمانی والے کام میں نہیں چلنا چاہیے، یا پھر ہاتھوں کو بھی وہاں استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے جہاں پر اللہ تعالی کی نافرمانی ہوتی ہو، اللہ تعالی کی طرف سے حرام کردہ اشیاء کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، سود خوری اور رشوت وغیرہ سے اجتناب کرنا ضروری ہے، اور اسی طرح لوگوں کا ناحق مال کھانے سے بھی بچنا چاہیے اور محاسبہ کرنا چاہیے۔

ہمارے پیش نظر ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالی دن کے وقت اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتا ہے تاکہ رات کا خطاکار توبہ کرلے، اور رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن کا خطاکار توبہ کرلے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: اور اپنے رب کی بخشش اور اس کی مغفرت کی طرف دوڑو، جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے، جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالی ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔

اور جب ان لوگوں سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فورا اللہ تعالی کا ذکر اور اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالی کے علاوہ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے، انہیں ان کے رب کی طرف سے ان کا بدلہ مغفرت اور جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان کا نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے } آل عمران (134 - 136)۔

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا: آپ (میری جانب سے) کہہ دیجئے ! کہ اے میرے بندو ! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ تعالی کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ ، یقینا اللہ تعالی سارے گناہ بخش دیتا ہے ، واقعی وہ بڑی بخشش اوربڑی رحمت والا ہے الزمر(53)۔

اور ایک مقام پر ایسے فرمایا: اور جو بھی برے اعمال کرے یا پھر اپنے آپ پر ظلم کرلیا ہو اور پھر وہ اللہ تعالی سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ تعالی کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائے گا۔

اس لیے ہم پر اس محاسبہ اور توبہ واستغفار کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال کرنا واجب وضروری ہے، عقل مند وہ ہے جو اپنے آپ کو نیچا کرلے ، اور موت کے بعد کے لیے اعمال کرے ، اور عاجز وہ ہے اپنی خواہشات کی پیروی کرے اوربڑی بڑی تمنائیں قائم کرلے۔

رمضان المبارک کا مہینہ غنیمت اور فرصت کا مہینہ ہے جس میں بہت ہی زیادہ نفع حاصل ہوتا ہے ، اور عقل مند اور تجارت میں مہارت رکھنے والا تاجر توسیزن میں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ، اس لیے آپ بھی اس مہینہ کو موقع غنیمت جانیں اور نماز کثرت سے ادا کریں اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت بھی زیادہ سے زیادہ کرنی چاہئے ۔

ماہ رمضان میں ایک دوسرے سے درگزر کرنی چاہیے اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اوراحسان کا معاملات کرنا ضروری ہے ، اسی طرح فقراء ومساکین پر زیادہ سے زیادہ صدقہ خیرات کریں۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں ہی جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جنہم کے دروازے بند ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے سرکش قسم کے شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں ، اور ہر رات میں ایک منادی کرنے والا یہ منادی کرتا رہتا ہے : اے خیر وبھلائی سے دور بھاگنے والے واپس آجا اور خیر وبھلائی کے کام کر ، اور اے شر وبرائی کرنے والے برائی سے باز آجا اور اسے کم کردے۔

اللہ کے بندو خیر وبھلائی کرنے والے بنو اور اس میں سلف صالحین کی اتباع وپیروی کرتے ہوئے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو تاکہ ہم رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو تو ہمارے سارے کے سارے گناہ معاف ہوچکے ہوں اور ہمارے اعمال صالحہ قبول کرلیے جائیں۔

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ رمضان المبارک کا مہینہ سب سے بہتر اور اچھا مہینہ ہے :

ابن قیم رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

اللہ تعالی کی مخلوق میں فضیلت یہ بھی ہے کہ : رمضان المبارک کو باقی سب مہینوں پر فضیلت حاصل ہے ، اور رمضان کے آخری عشرہ کو باقی سب راتوں پر فضیلت حاصل ہے ۔اھ- دیکھیں زاد المعاد (1 / 56) ۔

رمضان المبارک کا مہینہ باقی مہینوں پر چار وجہ سے افضل ہے :

اول: اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو سارے سال کی راتوں پر افضل ہے جو لیلۃ القدر کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے اسی کے بارہ میں فرمایا:

یقینا ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا، آپ کو کیا علم کے شب قدر کیا ہے ؟، شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں ہر کام کو سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبریل) اترتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور طلوع فجر تک رہتی ہے القدر (1 - 5)۔

تو اس رات میں کی گئی عبادت ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔

دوم: اس رات میں سب سے بہتر اور افضل آسمانی کتاب قرآن مجید سب سے افضل سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو لوگوں کو ھدایت کی راہنمائی کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص بھی اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے البقرۃ (185)۔

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا: یقینا ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ڈرانے والے ہیں، اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، ہمارے پاس سے حکم بن کر، ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں الدخان (3 - 5)۔

امام احمد اور طبرانی وغیرہ نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(صحف ابراھیم (علیہ السلام) رمضان المبارک کی پہلی رات میں نازل کیے گئے، اور تورات سات رمضان میں نازل کی گئی، اور زبور انیس رمضان میں نازل کی گئی، اور قرآن مجید چوبیس رمضان کے بعد نازل کیا گیا) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اسے السلسلۃ الصحیحۃ (1575) میں حسن قرار دیا ہے۔

سوم: اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کرنے کے ساتھ ساتھ سرکش قسم کے شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں:

ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے) متفق علیہ۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالی ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جب رمضان المبارک شروع ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح الجامع (471) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: (رمضان المبارک کی پہلی رات بڑے بڑے سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی کھولا نہیں جاتا، اور جنت کے کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی بند نہیں ہوتا، اور ایک منادی کرنے والا منادی کرتا رہتا ہے: اے خیر و بھلائی چاہنے والے اور زیادہ بھلائی کر، اور اے شر و برائی کرنے والے برائی کرنے سے باز آ جاؤ، اور اللہ تعالی کے جہنم سے آزادی بھی دیتا ہے، یہ منادی ہر رات کو کی جاتی ہے) سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، ابن خزیمہ، علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح الجامع (759) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی بہت سی برائیاں اور معصیت کا ارتکاب دیکھتے ہیں تو اگر شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہو تو ان کا وقوع نہ ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: یہ تو صرف اس شخص سے کم ہوتی ہے جو روزے کی شروط اور اس کے آداب پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

یا پھر یہ ہے کہ بڑے بڑے سرکش شیطانوں کو جکڑا جاتا ہے نہ کہ سب کو۔

یا پھر رمضان المبارک میں شر و برائی میں کمی واقع ہو جاتی ہے جو کہ محسوس بھی ہوتا ہے کیونکہ رمضان میں باقی مہینوں کے اعتبار سے برائی اور شر میں کمی ہوتی ہے، اور پھر یہ بھی ہے کہ سب شیطانوں کے جکڑے جانے پر بھی سب برائیاں اور معصیت نہیں رک نہیں سکتیں، اس لیے کہ معصیت کے شیطان کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ہیں مثلا:

خبیث اور گندے نفس کے مالک لوگ، گندی عادتیں، اور انسانوں میں سے شیطان صفت لوگ۔ دیکھیں فتح الباری (4 / 145)۔

چہارم: اس مہینہ میں بہت ساری عبادات ہیں جو باقی مہینوں میں نہیں پائی جاتی، مثلا روزے اور قیام اللیل، کھانے کھلانا، اعتکاف کرنا، صدقہ و خیرات، قرات قرآن۔

میں اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ ہم سب کو اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معنی میں روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالی اطاعت کرنے اور منکرات سے بچنے کی توفیق دے، آمین یا رب العالمین۔

والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ اعلم.

(2) رمضان میں بھول کر کھانا نقصان دہ نہیں۔

سوال: رمضان المبارک میں دن کے وقت بھول کر کھانے پینے والے کا حکم کیا ہے؟

جواب: الحمد للہ. اس کے لیے کوئی حرج نہیں اوراس کا روزہ بھی صحیح ہے کیونکہ سورۃ البقرۃ کے آخر میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: اے ہمارے رب ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔ البقرۃ (286)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: (میں ایسا کردیا)۔

اورایک حدیث میں ہے کہ ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جو روزے کی حالت میں بھول کر کھاپی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اسے اللہ تعالی نے کھلایا پلایا ہے) متفق علیہ۔

اوراسی طرح اگر وہ بھول کر جماع کرلے تو علماء کرام کے صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ صحیح ہوگا جس کی دلیل مندرجہ بالا آیت اوریہ حدیث ہے، اورنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے:

(جس نے رمضان میں بھول کر روزہ افطار کرلیا اس پر نہ تو قضاء ہے اورنہ ہی کفارہ) مستدرک حاکم، امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے)۔

اس حدیث کے الفاظ عام ہیں جو جماع وغیرہ سب روزہ توڑنے والی اشیاء کو شامل ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ جب روزہ دار بھول کر ایسا کرے تو پھر، اوریہ اللہ تعالی کی رحمت اوراس کا احسان ہے، اس پر اس کا شکر اورتعریف ہے۔

(3) بے نمازی کا روزہ قبول نہیں۔

سوال: میں رمضان کے روزے تو رکھتی ہوں لیکن نماز نہیں پڑھتی تو کیا میرا روزہ صحیح ہے؟

جواب: الحمد للہ. تارک نماز کے روزے قبول نہیں بلکہ اس کا کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوتا کیونکہ نماز ترک کرنا کفر ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (شرک وکفراوربندے کے مابین حد فاصل نماز ترک کرنا ہے۔) صحیح مسلم حدیث نمبر (82)۔

اوراس لیے کہ بھی کافر کا تو کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں اس کی دلیل فرمان باری تعالی ہے:

اورانہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ کردیا۔ الفرقان (23)۔

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا: یقینا تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تونے شرک کیا تو بلاشبہ تیرے عمل ضائع ہوجائیں گے، اور یقینا تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائے گا۔ الزمر (65)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جس نے بھی عصر کی نماز ترک کی اس کے اعمال ضائع ہوگئے) صحیح بخاری حدیث نمبر (553)۔

بطل عملہ کا معنی ہے کہ اس کے اعمال باطل ہوگئے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالی تارک نماز کا کوئی عمل بھی قبول نہیں کرتا، لھذا تارک نماز کو اس کا کوئی بھی عمل فائدہ نہیں دے گا، اور نہ ہی اس کا عمل اللہ تعالی کی جانب اٹھایا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالی اس حدیث کے معنی میں کہتے ہیں: حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز ترک کرنے کی دو قسمیں ہیں:

1- کلی طور پر نماز ترک کرنا اور بالکل کبھی بھی نماز نہ پڑھنا، اس وجہ سے اس کے سارے اعمال تباہ ہوجاتے ہیں۔

2- دوسری قسم یہ ہے کہ کسی معین نماز کو معین دن میں ترک کیا جائے، اس سے اس دن کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ لھذا عمومی طور پر اعمال کا ضائع ہونا ترک عام کے مقابلہ میں ہے اور معین ضیاع ترک معین کے مقابلہ میں ہے۔

دیکھیں کتاب الصلاۃ صفحہ (65)۔

ہم سوال کرنے والی کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے ہاں توبہ کرے اور اپنے کیے پر نادم ہو کہ اس نے اللہ تعالی کے حق میں کوتاہی کی ہے، اور اپنے آپ کو اللہ تعالی کے غضب اور غصہ و سزا کا سزاوار بنایا ہے۔

اللہ تعالی اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا اور اس کے گناہ معاف کردیتا ہے بلکہ وہ تو اپنے بندے کی توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے، اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کرنے والے کو خوشخبری دی ہے کہ:

(گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس کا کوئی گناہ نہیں) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (4250) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح ابن ماجہ (3424) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لھذا غسل اور نماز کی ادائیگی میں جلدی کریں تاکہ ظاہری اور باطنی دونوں طہارتیں جمع ہوسکیں، اور توبہ کو مؤخر نہ کرے کہ وہ کہتی رہے میں کل یا پھر پرسوں توبہ کرلوں گی، کیونکہ انسان کو علم نہیں کہ کب اور کہاں اس کی موت آجائے، لھذا ندامت سے قبل ہی توبہ کرلیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔ الفرقان (27 - 29)۔

واللہ اعلم.

(4) روزے کی حالت میں بھول کر کھانا پینا۔

سوال: رمضان میں روزے کی حالت میں بھول کر کھانے پینے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: الحمد للہ. اس پر کوئی حرج نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں اور غلطی کر لیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔ البقرۃ (286)۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا: (میں نے ایسا کر دیا)۔

اور ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا اسے اپنا روزہ مکمل کرنا چاہیے کیونکہ اسے اللہ تعالی نے کھلایا اور پلایا ہے) متفق علیہ۔

اور اسی طرح اگر کسی نے بھول کر جماع کر لیا تو علماء کرام کے صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ صحیح ہے اس کی دلیل مندرجہ بالا آیت اور حدیث ہے اور اس لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(جس نے رمضان میں بھول کر روزہ افطار کر لیا اس پر کوئی قضاء نہیں) مستدرک الحاکم اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے،

اور علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح الجامع (6070) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

یہ لفظ عام ہے جس میں جماع وغیرہ سب مفطرات شامل ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ جب یہ بھول کر ہو، اور یہ سب کچھ اللہ تعالی کی رحمت اور فضل واحسان ہے، اور اس پر جتنا بھی اللہ تعالی کا شکر اور تعریف بیان کی جائے کم ہے۔

واللہ اعلم.

(5) فجر سے چند منٹ قبل کھانا پینا بند کرنا بدعت ہے۔

سوال: کچھ ممالک میں طلوع فجر سے تقریبا دس منٹ قبل ہی سحری کا وقت ختم کر دیا جاتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ سحری ختم ہونے کا وقت یہی ہے اور وہ اس وقت سے اپنے روزہ کو شروع کرتے ہوئے کھانا پینا بند کر دیتے ہیں، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب : الحمد للہ، ایسا کرنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے روزہ دار کے لیے طلوع فجر تک کھانا پینا جائز کیا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ رات کے سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ البقرۃ(187)۔

اور حدیث میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ تعالی عنہ رات کے وقت اذان دیتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالی کے اذان دینے کے وقت تک کھاتے پیتے رہو، اور وہ طلوع فجر کے وقت اذان دیتے تھے۔) صحیح بخاری حدیث نمبر (1919) صحیح مسلم حدیث نمبر (1092)۔

امام نوور حمہ اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث میں طلوع فجر تک کھانے پینے، جماع اور سب کچھ کرنے کا جواز ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس زمانے میں یہ بدعت پیدا ہو چکی ہے کہ رمضان المبارک میں دوسری اذان فجر سے پندرہ منٹ قبل ہی دے دی جاتی ہے، اور سحری کے وقت کھانے پینے سے روکنے کی علامت کے لیے لگائے گئے چراغوں کو بھی پہلے ہی بند کر دیا جاتا ہے، اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایسا کرنا عبادت میں احتیاط ہے۔ دیکھیں فتح الباری (4 / 199 ۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا: کچھ جنتریوں میں سحری کا وقت طلوع فجر سے پندرہ منٹ پہلے محدد کر دیا گیا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

تو شیخ رحمہ اللہ تعالی کا جواب تھا: ایسا کرنا بدعت ہے، جس کی سنت میں کوئی دلیل اور اصل نہیں ملتی، بلکہ سنت طریقہ تو اس کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب عزیز میں کچھ اس طرح فرمایا ہے: کھاؤ پیو حتی کہ صبح کا سیاہ دھاگہ رات کے سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔ البقرۃ(187)۔

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بلال رضی اللہ تعالی عنہ رات کے وقت اذان دیتے ہیں تم عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ کی اذان سننے تک کھاتے پیتے رہو، کیونکہ وہ طلوع فجر کے وقت اذان دیتے ہیں)۔

جو لوگ سحری کے وقت میں تقدیم کرتے ہوئے پہلے ہی کھانا پینا بند کر دیتے ہیں یہ اللہ تعالی کے فرض کردہ پر زیادتی ہے جس کی بنا پر ایسا کرنا باطل ہے اور یہ اللہ تعالی کے دین میں غلو اور مبالغہ ہے۔

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے: (غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے، غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے، غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے) صحیح مسلم حدیث نمبر (2670) ۔ واللہ اعلم

(6) یہ کہنا کہ: میرا روزہ ہے۔

سوال: کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ "میرا روزہ ہے"، یا یہ کہنا چاہیے: "یا اللہ! میرا روزہ ہے۔" دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: الحمد للہ. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (روزہ ڈھال ہے، اس لیے [روزے دار] نہ تو کوئی بیہودہ بات کرے، اور نہ ہی کوئی جاہلوں والی حرکت کرے، اور اگر کوئی اس سے لڑے یا اسے برا بھلا کہے تو دو بار کہہ دے: میرا روزہ ہے) اس حدیث کو امام بخاری: (1894) اور مسلم: (1151) نے روایت کیا ہے۔

ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "حدیث کے الفاظ "اور اگر کوئی اس سے لڑے یا برا بھلا کہے تو دو بار کہہ دے: میرا روزہ ہے" تو اس بارے میں دو موقف ہیں:

پہلا موقف: لڑنے جھگڑنے والے اور برا بھلا کہنے والے سے کہے: میرا روزہ ہے، اور روزہ مجھے تمہیں جواب دینے سے روکتا ہے؛ کیونکہ اپنے روزے کو بیہودہ گفتگو اور شریعت کے مخالف باتیں کرنے سے میں نے بچانا ہے، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو میں اپنا پورا انتقام تجھ سے لے سکتا تھا، وغیرہ۔۔۔

دوسرا موقف: روزے دار اپنے آپ کو کہے: میرے نفس میں روزے دار ہوں، ابھی تمہارا غصہ اتارنے کے لیے میں گالی گلوچ نہیں کر سکتا۔ لہذا "میرا روزہ ہے۔" کا جملہ اونچی آواز سے نہ کہے؛ کیونکہ اس طرح تو یہ ریاکاری ہو جائے گی، اور لوگوں کو اس کے روزے کا پتہ چل جائے گا؛ کیونکہ روزہ ایسا عمل ہے کہ جو ظاہر نہیں ہوتا، اور اسی وجہ سے اللہ تعالی روزے دار کو بغیر حساب کے اجر عطا فرماتا ہے۔" ختم شد "التمہید" (19 / 55 - 56)

تاہم راجح موقف یہ ہے کہ یہاں زبان سے کہنا مراد ہے؛ کیونکہ حدیث میں "قول" کا لفظ آیا ہے اور حقیقی قول زبان سے تلفظ کو کہتے ہیں۔

جیسے کہ علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "کہا گیا ہے کہ: یہاں زبان سے کہنا مراد ہے کہ لڑنے والے کو کہہ دے، ممکن ہے کہ یہ جملہ سن کر وہ لڑنے سے باز آ جائے۔ ایک اور موقف یہ ہے کہ: اپنے دل میں کہے تاکہ روزے دار خود بیوقوفانہ رد عمل سے رک جائے، اور اپنے روزے کی حفاظت کر سکے، پہلا موقف راجح ہے۔" ختم شد "الأذکار" (ص 161)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "صحیح موقف یہ ہے کہ روزے دار اپنی زبان سے کہے، جیسے کہ حدیث کے الفاظ بھی ہیں؛ کیونکہ مطلق قول صرف زبان سے ہی ممکن ہے، جبکہ دل میں کہی جانے والی بات مطلق نہیں بلکہ مقید ہوتی ہے، مثلاً حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں: عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا اس میں گفتگو کو "انفس" کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جس کا معنی دل میں آنے والے خیالات ہیں، پھر فرمایا: مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ أَوْ تَعْمَلْ بِهِ یعنی: جب تک بات نہ کرے یا اس پر عمل نہ

کرے۔ یہاں کلام کو مطلق رکھا گیا ہے جو کہ واضح طور پر زبان سے ہی ممکن ہے، اس لیے مطلق کلام وہی ہے جو سنی جائے۔ چنانچہ جب روزے دار اپنی زبان سے کہہ دے: میں روزے دار ہوں تو جواب نہ دینے کی وجہ واضح ہو جائے گی، اور جارحیت دکھانے والے کو جارحیت سے روکنے کا باعث بنے گا۔" ختم شد "منہاج السنۃ" (5 / 197)

اور ویسے بھی حدیث کے الفاظ اور علت پر نظر دوڑانے سے محسوس ہوتا ہے کہ مخالف کو مخاطب کرنا اور بتلانا مقصود ہے تا کہ جھگڑنے سے رک جائے، تو یہاں بہتر یہی ہے کہ صرف یہی کہے کہ: "میرا روزہ ہے"

لیکن عربی زبان میں کہتے ہوئے شروع میں "اللھم" یعنی: "یا اللہ" کا اضافہ معنی نہیں بدلتا، بلکہ اس میں مزید تاکید پیدا ہو جاتی ہے، کہ اپنے روزے پر اللہ تعالی کو گواہ بنایا جا رہا ہے، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کے مطابق بھی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی احکامات کے متعلق پوچھنے والے آدمی کو دیا تھا:

(۔۔۔ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں اور سوال میرے سخت ہوں گے، اس لیے آپ میرے متعلق دل میں منفی جذبات نہ لانا:

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوچھو، جو تم پوچھنا چاہتے ہو!

اس نے کہا: میں آپ کو آپ کے اور آپ سے قبل لوگوں کے رب کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: کیا اللہ تعالی نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللَّهُمَّ نَعَمْ یعنی: یا اللہ! ہاں) بخاری: (63)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا: (یا اللہ! ہاں) اس جملے میں صرف "ہاں" کہنے سے جواب مل گیا تھا، شروع میں "یا اللہ" کا اضافہ تبرک کے طور پر ہے، گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سچائی کی تاکید کے لیے اللہ تعالی کو گواہ بنایا ہے۔ "فتح الباری" (1 / 151) ۔ واللہ اعلم

(7) روزہ کھولنے کے بعد حیض کا خون دیکھا، لیکن اسے شک ہے کہ خون افطاری سے پہلے آیا یا بعد میں۔

سوال: رمضان میں افطاری کے کچھ دیر بعد میں نے حیض کا خون دیکھا، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ حیض افطاری کے بعد آیا ہے یا پہلے؟ تو کیا مجھے اس دن کا روزہ رکھنا ہو گا؟

جواب: الحمد للہ. اہل علم رحمہم اللہ نے ایک فقہی قاعدہ ذکر کیا ہے کہ: "کسی بھی رونما ہونے والے واقعے کا وقت ممکنہ قریب ترین وقت ہو گا"۔

اس فقہی قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ: جب کوئی واقعہ رونما ہو اور اس کے رونما ہونے کا وقت قریب بھی ہو سکتا ہو اور دور بھی، لیکن کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس کی بنا پر قریب یا دور کے وقت کو ترجیح دی جا سکے کہ فلاں وقت میں یہ واقعہ رونما ہوا ہے، تو ایسی صورت میں قریب ترین وقت کو ہی اس واقعے کے رونما ہونے کا وقت قرار دیں گے؛ کیونکہ یہی وہ وقت ہے جس میں ہمیں اس واقعے کو رونما ہونے کا یقین ہے، جبکہ دور والے وقت میں اس کے رونما ہونے کا یقین نہیں ہے۔

اس قاعدے کو سمجھنے کیلیے یہ مثال لیں کہ: اگر کوئی شخص اپنے کپڑوں پر منی لگی ہوئی دیکھے اور یہ بات واضح ہو کہ یہ احتلام کی وجہ سے ہے، لیکن اس شخص کو احتلام کب ہوا یہ معلوم نہ ہو تو پھر اس منی کو قریب ترین نیند سے جوڑا جائے گا اور اس نیند کے بعد جتنی بھی نمازیں پڑھی تھیں وہ سب نمازیں دہرائے گا۔

اس قاعدے کو زرکشی نے "المنثور في القواعد" اور سیوطی نے: "الأشباه والنظائر" میں ذکر کرنے کے بعد اس کی مزید مثالیں بھی ذکر کی ہیں، ان کے بارے میں جاننے کیلیے ان کتابوں کی طرف رجوع مفید ہو گا۔

اس بنا پر اگر عورت کو حیض کا خون نظر آئے لیکن اسے یہ علم نہ ہو کہ خون کب آیا؟ کیا خون سورج غروب ہونے سے پہلے آیا یا بعد میں؟ تو ایسی حالت میں خون جاری ہونے کا وقت قریب ترین وقت ہو گا، اور آپ کے سوال میں قریب ترین وقت مغرب کے بعد بنتا ہے۔

چنانچہ "الموسوعة الفقهية" (194/26) میں ہے کہ:

"اسی مسئلے سے یہ مثال تعلق رکھتی ہے: فقہائے کرام ایسی عورت کے بارے میں کہتے ہیں جو حیض کا خون دیکھے لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو کہ خون کب آیا؟ تو اس کا حکم اس [عورت] جیسا ہے جو اپنے کپڑوں پر منی لگی ہوئی دیکھے لیکن اسے منی نکلنے کا وقت معلوم نہ ہو، یعنی مطلب یہ ہے کہ: یہ عورت جب قریب ترین نیند سے سو کر اٹھی تو اس کے بعد والی نمازیں غسل کرنے کے بعد دہرائے گی، یہ موقف کم سے کم پیچیدہ اور سب سے واضح ہے"۔

شیخ محمد بن محمد المختار شنقیطی حفظہ اللہ سے پوچھا گیا: "ایک عورت مغرب کی نماز کے بعد حیض کا خون دیکھتی ہے، لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ مغرب کی نماز سے پہلے خارج ہوا یا بعد میں؟ تو اب اس کی نماز اور روزے کا کیا حکم ہے؟"

اس پر انہوں نے جواب دیا: "جب خون دیکھے اور اسے غالب گمان ہو کہ خون مغرب سے پہلے خارج ہوا تھا تو اس دن کا روزہ کالعدم ہو گا اور اسے قضا دینی ہو گی، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

لیکن اگر اسے غالب گمان ہو کہ خون ابھی تازہ ہی ہے اور یہ مغرب کے بعد ہی نکلا ہے تو پھر اس عورت کا روزہ صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، البتہ مغرب کی نماز پاک صاف ہونے کے بعد قضا کرے گی۔

لیکن اگر یقینی صورت نہ ہو بلکہ شک ہو تو پھر اہل علم رحمہم اللہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ : "کسی بھی واقعے کو قریب ترین ممکنہ وقت سے جوڑا جائے گا" اب اصل یہ ہے کہ اس خاتون کا روزہ صحیح ہے، تا آنکہ روزہ فاسد ہونے کی دلیل مل جائے، اور درحقیقت اس خاتون نے مکمل دن کا روزہ رکھا ہے، اور اس عورت کے ذمے یہ روزہ باقی نہیں رہا، چنانچہ خون مغرب کے بعد آیا تو اس کا روزہ صحیح ہے؛ کیونکہ مغرب کے بعد آنے والا خون روزے پر مؤثر نہیں ہو گا۔

نیز یہاں بر عکس مسئلہ بھی سامنے آئے گا؛ کیونکہ اگر آپ کہیں کہ اس خاتون کا روزہ صحیح ہے تو اسے حیض سے فارغ ہونے کے بعد مغرب کی نماز ادا کرنی ہو گی، اور اگر آپ کہتے ہیں کہ اس خاتون کا روزہ (مغرب سے پہلے خون آنے کی وجہ سے) صحیح نہیں ہے، تو اس پر مغرب کی نماز کی قضا پاک صاف ہونے کے بعد لازمی نہیں ہو گی، یعنی اگر روزے کی قضا سے محفوظ رہی تو مغرب کی نماز کی قضا اسے دینی پڑے گی؛ کیونکہ مغرب کا وقت شروع ہوتے ہی اس خاتون پر مغرب کی نماز فرض ہو گئی تھی [لیکن حیض کی وجہ سے ادا نہیں کر پائی، اور نماز کے فرض ہونے کیلیے] آخر وقت تک پاک ہونا ضروری نہیں ہے، جیسے کہ کچھ حنفی اور بعض حنبلی فقہائے کرام کا موقف ہے"۔ "شرح زاد المستقنع" از شنقیطی

تو خلاصہ یہ ہے کہ : چونکہ آپ کو مغرب سے پہلے حیض کا خون آنے کے متعلق یقین نہیں ہے، اس لیے آپ کا روزہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم.

(8) ایک خاتون لاعلمی میں طلوع فجر کے بعد بھی سحری کھاتی رہی۔

سوال : میں تقریباً 3 ماہ سے ترکی میں مقیم ہوں، میں نے گزشتہ شعبان کے نصف اول میں رمضان کے روزوں کی قضا دینے کے لیے روزے رکھے، مجھے ترکی میں نماز فجر کے اوقات میں اختلاف کے بارے میں علم نہیں تھا، مجھے اس فرق کا علم شعبان کے آخری دن اتفاقاً ہوا، تو کیا اب مجھ پر قضا اور فدیہ لازم ہو گا؟ دونوں ہی کام کرنا ضروری ہو گا یا ایک کرنا ہو گا؟ یا اس مسئلے سے لاعلمی کی بنا پر مجھ پر کچھ بھی لازم نہیں ہو گا؟

جواب : الحمد للہ. جس شہر میں آپ قیام پذیر ہیں اگر آپ کو وہاں کے مطابق نماز فجر کے وقت کے آغاز کے بارے میں صحیح علم نہیں تھا، اور آپ نماز فجر کا وقت ہونے کے بعد بھی سحری کرتی رہی ہیں تو علمائے کرام کی اس مسئلے میں مختلف آرا ہیں کہ اگر کوئی شخص سحری کا وقت سمجھتے ہوئے کھا پی لے حالانکہ فجر طلوع ہو چکی ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص غروب آفتاب سمجھ کر کھا پی لے لیکن بعد میں پتہ چلے کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا۔

تو بہت سے علمائے کرام اس بات کے قائل ہیں کہ اس طرح اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس دن کا روزہ رکھنا لازم ہو گا۔

جبکہ دیگر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ اس کا روزہ صحیح ہے، چنانچہ وہ روزہ پورا کرے اور اس پر کوئی قضا بھی نہیں ہے۔

یہ موقف تابعین میں سے مجاہد اور حسن کا ہے، امام احمد سے ایک روایت اسی کے مطابق منقول ہے، شافعی فقہا میں سے مزنی، اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور الشیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

جیسے کہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ : "جب یہ آیت نازل ہوئی: وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ، مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ (ترجمہ: کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے تمہارے لیے واضح ہو جائے) تاہم ابھی تک { مِنَ الْفَجْرِ } کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے، تو لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے پاؤں سے سفید اور سیاہ دھاگا باندھ لیتے اور اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک انہیں دونوں دھاگے دکھائی نہ دینے لگ جاتے، تو پھر اللہ تعالی نے بعد میں { مِنَ الْفَجْرِ } کے الفاظ نازل کیے تو صحابہ کرام کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی دھاگوں سے مراد دن اور رات ہیں۔" اس حدیث کو امام بخاری: (1917) اور مسلم: (1091) نے روایت کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اگر کوئی واجب کام اس لیے چھوڑ دیتا ہے کہ اسے وجوب کا علم ہی نہیں ہوتا؛ مثلاً کوئی شخص اطمینان کے بغیر نماز اس لیے پڑھتا ہے کہ اسے اطمینان کے وجوب کا علم ہی نہیں ہے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ : کیا وقت کے گزر جانے پر نماز کا اعادہ کرنا ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں دو مشہور قول ہیں، یہی دونوں موقف امام احمد اور دیگر اہل علم کے اقوال میں بھی پائے جاتے ہیں۔

تاہم اس بارے میں صحیح یہی ہے کہ ایسے شخص پر اعادہ لازم نہیں ہوگا؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ انہوں نے نماز میں غلطی کرنے والے دیہاتی کو کہا تھا: (جاؤ اور جا کر نماز پڑھو؛ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی)- یہ عمل دو یا تین بار ہوا- تو اس شخص نے کہا: "آپ کو بھیجنے والی ذات کی قسم ! میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے ایسے نماز سکھائیں جس سے میری نماز ہو جائے"، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنا سکھائی، نیز اسے سابقہ نمازوں کے اعادے کا حکم نہیں دیا، حالانکہ اس شخص نے واضح کہا تھا کہ : "آپ کو بھیجنے والی ذات کی قسم ! میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا" تاہم اسے موجودہ نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا؛ کیونکہ ابھی اس نماز کا وقت باقی تھا، اور نمازی کو حکم ہے کہ وقت پر نماز ادا کرے، لیکن جس نماز کا وقت نکل چکا ہے اس نماز کے اعادے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا حالانکہ اس شخص نے اپنی نماز کے بعض واجبات ترک کیے ہوئے تھے؛ کیونکہ اسے ان واجبات کا علم ہی نہیں تھا۔۔۔ اسی طرح ان صحابہ کرام کا حکم تھا جو رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد بھی سحری سفید دھاگے سیاہ دھاگوں سے ممتاز ہونے تک کھاتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ دوبارہ رکھنے کا حکم نہیں دیا؛ کیونکہ انہیں بھی وجوب کا علم نہیں تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لاعلمی کی بنا پر چھٹے ہوئے فعل کی وجہ سے اعادہ کا حکم نہیں دیا، بالکل

اسی طرح جیسے کافر کو کفر اور دورِ جاہلیت میں چھٹے ہوئے اعمال کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا۔" ختم شد " مجموع الفتاوی" (21 / 429 - 431)

اسی طرح شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جہالت -اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے-: لا علمی کا نام ہے، تاہم بسا اوقات انسان کو جہالت یعنی لا علمی کی وجہ سے ماضی کے افعال کے بارے میں معذور سمجھا جاتا ہے، حالیہ عبادت میں معذور نہیں سمجھا جاتا، اس کی مثال صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "ایک آدمی نے آکر نماز پڑھی لیکن نماز میں اطمینان نہیں تھا، نماز سے سلام پھیر کر اس نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: (واپس جاؤ اور نماز پڑھو؛ کیونکہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں ہے) آپ نے یہ بات تین بار دہرائی، تو آخر کار وہ شخص کہنے لگا: "آپ کو مبعوث کرنے والی ذات کی قسم! مجھے اس سے اچھی نماز پڑھنی نہیں آتی، لہذا آپ مجھے سکھا دیں" تو نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے انہیں نماز سکھائی، لیکن سابقہ نمازوں کی قضائی کا حکم نہیں دیا اس لیے کہ اسے اطمینان کے وجوب کا علم نہیں تھا، تاہم موجودہ نماز کو دہرانے کا حکم دے دیا۔" ختم شد

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: نئے شہر میں وقت کے مختلف ہونے کے بارے میں آپ لا علم تھیں تو آپ کا یہ عذر قابل قبول ہے؛ اس لیے آپ کا روزہ صحیح ہے، آپ کے مسئلے سے ملتا جلتا معاملہ بعض صحابہ کرام سے بھی سر زد ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے انہیں قضا دینے کا حکم نہیں دیا۔

تاہم اس کے ساتھ اگر آپ دینی معاملے میں محتاط عمل اختیار کرنا چاہیں تو ان ایام کی قضا دے دیں، تو یہ اچھا ہو گا، اور اس طرح کسی بھی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہے گا، نیز اس مسئلے میں اختلاف رکھنے والے اہل علم کے اختلاف سے بھی بچ جائیں گی۔ واللہ اعلم

(9) اگر کوئی مغرب سے قبل سو جائے اور اگلے روز فجر کے بعد اٹھے تو کیا اس کا اگلے دن کا روزہ صحیح ہو گا؟

سوال : کل میں مغرب سے پہلے سو گیا، اور فجر کے بعد میری آنکھ کھلی، تو کیا میں آج کے دن روزہ رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب : الحمد للہ

اول: مغرب کی نماز سے قبل سو کر آئندہ روز فجر کے بعد جاگنے والے شخص کا روزہ جمہور اہل علم کے ہاں صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اس شخص کے رات کے حصے میں روزے کی نیت نہیں ہے، اور رات کا آغاز مغرب کے وقت سے ہوتا ہے۔

چنانچہ جمہور اہل علم ہر روز کی الگ سے نیت کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں، لہذا ان کے ہاں مہینے کے آغاز میں ایک بار کی ہوئی نیت کافی نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے: (جو شخص روزے کی نیت فجر سے قبل نہ کرے تو

اس کا کوئی روزہ نہیں ہے۔) اس حدیث کو ابو داود: (2454) ترمذی: (730)، اور نسائی: (2331) نے روایت کیا ہے۔ نیز سنن نسائی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ: (جو شخص فجر سے پہلے رات کے حصے میں روزے کی نیت نہ کرے تو اس کا کوئی روزہ نہیں) اس حدیث کو البانیؒ نے صحیح ابو داود میں صحیح قرار دیا ہے۔

نیت کرنے کا طریقہ انتہائی سہل ہے کہ اگر مغرب اور فجر کے درمیان کسی بھی وقت دل میں خیال آیا کہ صبح روزہ رکھنا ہے تو یہ اس کی روزے کی نیت ہو جائے گی، چنانچہ اگر کوئی شخص اس نیت سے کھا پی لیتا ہے کہ صبح اس نے روزہ رکھنا ہے تو اس کی نیت ہو گئی ہے۔

تاہم مغرب سے قبل سو جانے والا شخص ان امور میں سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

لیکن دوسری طرف مالکی فقہائے کرام اور امام احمد سے ایک موقف کے مطابق پورے ماہ کے لیے ایک بار ہی آغاز رمضان میں نیت کرنا کافی ہے۔

تو اس موقف کے مطابق مغرب سے قبل سو جانے والے شخص کا روزہ صحیح ہو جائے گا۔

جیسے کہ ابن قدامہ رحمہ اللہ "المغنی" (3/ 23) میں کہتے ہیں:

"ہر روزے کی الگ نیت شمار کی جائے گی، اس موقف کے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور ابن المنذر قائل ہیں۔

جبکہ امام احمد سے مروی ہے کہ جب کوئی پورے ماہ کے روزے رکھنے کی ایک بار ہی نیت کرے تو یہ ایک بار نیت کرنا کافی ہو گا، یہی موقف امام مالک اور اسحاق رحمہما اللہ سے مروی ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے روزوں کی نیت ایسے وقت میں کی ہے جب روزوں کی نیت کرنے کا مناسب وقت تھا، اس لیے پورے ماہ کی یکبارگی کی ہوئی نیت بھی اسی طرح صحیح ہو گی جیسے کہ ہر روزے کی نیت رات کے وقت کرنا جائز ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ: چونکہ رمضان کے روزے واجب ہیں، اس لیے ہر روزے کی رات کو نیت کرنا اسی طرح ضروری ہے جیسے کہ فرض روزوں کی قضا میں رات کے وقت نیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔

نیز اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ: ایک روزے کے فاسد ہونے سے پورے ماہ کے روزے فاسد نہیں ہوتے، نیز ہر روزے کے درمیان میں بہت سی ایسی چیزیں آتی ہیں جو روزے کے منافی ہیں، تو اس کا حکم بھی قضا جیسا ہوا، لہذا پہلے دن کے روزے کا حکم دوسرے دنوں کے روزوں سے الگ ہو گا۔" ختم شد

تاہم ابن عثیمین رحمہ اللہ نے مالکی فقہائے کرام کے موقف کو راجح قرار دیا ہے:

"ہر دن کے روزے کے لیے الگ سے نیت کرے، یعنی روزہ رکھنے کے لیے روزانہ نئی نیت کرے، تو اس طرح رمضان میں ہر شخص کو 30 بار نیت کرنی پڑے گی۔

اس موقف کی بناپر: اگر کوئی شخص عصر کے بعد رمضان میں سو جاتا ہے اور آئندہ روز طلوع فجر کے بعد ہی بیدار ہوتا ہے تو ایسے شخص کا اس دن کا روزہ صحیح نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس نے رات کے کسی بھی حصے میں روزے کی نیت نہیں کی۔

مؤلف رحمہ اللہ نے جو موقف ذکر کیا ہے، یہی موقف حنبلی فقہائے کرام کے ہاں مشہور ہے۔

حنبلی فقہائے کرام کا کہنا ہے کہ: چونکہ روزہ ہر دن کا الگ اور مستقل عبادت ہے، یہی وجہ ہے کہ مثال کے طور پر: اتوار کے دن کا روزہ اس لیے فاسد نہیں ہوگا کہ سوموار کا روزہ فاسد ہو گیا تھا۔

جبکہ بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ جن افعال میں تسلسل کی شرط ہے تو ایسے کام کے آغاز میں نیت کرنا کافی ہے بشرطیکہ کے درمیان میں کسی عذر کی بنا پر تسلسل منقطع نہ ہو، اگر منقطع ہو گیا تو نیت دوبارہ کرے گا۔

اس بنا پر اگر کوئی شخص رمضان کے آغاز میں پورا ماہ روزے رکھنے کی نیت کر لے تو اس کی یہ نیت پورے ماہ کے لیے کافی ہو جائے گی، چنانچہ کسی عذر کی بنا پر تسلسل منقطع ہو جائے مثلاً: رمضان میں سفر پر چلا جاتا ہے تو سفر سے واپسی پر روزے کی الگ سے نیت کرے گا، سفر سے واپسی پر تجدید نیت ضروری ہے۔

یہی موقف زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ تمام کے تمام مسلمان اسی طرح نیت کرتے ہیں کہ میں ابتدا سے آخر تک تمام روزے رکھوں گا۔

چنانچہ اگر حقیقی طور پر ہر رات میں روزے کی نیت نہ بھی ہو تو حکماً ایسا ہی ہے کہ ہر رات نیت کی تجدید ہو ہی جاتی ہے؛ کیونکہ اصل یہ ہے کہ نیت ہو جانے کے بعد خود بخود منقطع نہیں ہوتی؛ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کہا: اگر نیت میں تسلسل کسی مباح سبب کی وجہ سے منقطع ہو جائے اور وہ شخص دوبارہ روزہ رکھنے لگے تو لازمی طور پر تجدید نیت کرے۔

اس موقف پر دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور لوگوں کے لیے اسی پر آسانی سے عمل کرنا ممکن ہے۔"

ماخوذ از: "الشرح الممتع" (6/ 356)

تاہم محتاط یہی ہوگا کہ جمہور علمائے کرام کے موقف پر عمل کیا جائے کہ دن کا بقیہ حصہ اسی طرح بغیر کھائے پیے گزاریں، اور اس دن کی قضا دے دیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب سے پہلے سو جائے اور فجر طلوع ہونے تک سویا رہے، تاہم اگر کوئی شخص رات کے کسی بھی حصے میں تھوڑی سی دیر کے لیے بیدار ہو اور یہ نیت ذہن میں لے آئے کہ میں نے صبح روزہ رکھنا ہے تو تمام اہل علم کے ہاں متفقہ طور پر اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ واللہ اعلم

(10) روزے دار کو باب الریان سے پکارا جائے گا۔

سوال: میرے خاوند نے مجھے باب رضوان کے بارہ میں بتایا ہے کہ وہ صرف رمضان المبارک کے مہینہ میں ہی کھولا جاتا ہے، اس نے میرے علم میں یہ بھی اضافہ کیا کہ جب یہ دروازہ کھولا جاتا ہے ہو تو اللہ تعالی اس سے خیر و بھلائی بانٹتا ہے۔ توکیا اس مقولہ کی وضاحت اور ہماری راہنمائی کریں گے تا کہ ہم اس مسئلہ سے بہتر طریقہ پر مستفید ہو سکیں؟

جواب: الحمد للہ.

اول: اللہ سبحانہ وتعالی نے مسلمانوں پر رمضان المبارک کے روزے رکھنے فرض کیے ہیں اور روزہ داروں کو اس پر اجر عظیم عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے، اس لیے کہ جب روزہ رکھنے کا عظیم اجر و ثواب تھا تو اللہ تعالی نے بھی اس کی تعیین نہیں فرمائی بلکہ اس کے بارہ میں حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے کچھ اس طرح فرمایا:

(سوائے روزے کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دونگا)۔

رمضان المبارک کے فضائل تو بہت زیادہ ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے روزہ داروں کے لیے باب الریان تیار کیا ہے جس کا حدیث میں بھی ذکر ملتا ہے۔

سہل رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے اور اس میں روز قیامت صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہو سکتا، کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں، تو وہ کھڑے ہوں گے اس دروازے میں ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوگا جب یہ داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا) صحیح بخاری حدیث نمبر (1763) صحیح مسلم حدیث نمبر (1947)۔

ذیل میں ہم چند ایک وہ احادیث درج کرتے ہیں جن میں روزوں کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے:

ابو سلمہ ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جس نے بھی ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں) صحیح بخاری کتاب الایمان (37)۔

ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(روزے کے علاوہ ابن آدم کے سب کے سب عمل اس کے لیے ہیں روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر و ثواب دونگا، اور روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کوئی ایک روزہ سے ہو تو وہ گندی زبان نہ استعمال کرے اور نہ ہی لڑائی جھگڑا کرے۔

اگراسے کوئی گالی نکالے یالڑائی کرے تووہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ اچھی اور بہتر ہے،روزہ دار کے لیے خوشی کے دو موقع ہیں،جب وہ افطاری کرتا ہے تواسے خوشی حاصل ہوتی ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملے گا تواپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا) صحیح بخاری حدیث نمبر (1771)۔

دوم: یہ تو معلوم ہے کہ جنت کے بہت سے دروازے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے بھی اپنے اس فرمان میں خبر دی ہے کہ:

ہمیشہ رہنے والے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اوران کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکوکار ہوں گے،ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے داخل ہوں گے۔ الرعد(23)۔

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے کچھ اس طرح فرمایا:

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے اور تقوی اختیار کرتے تھے ان کے گروہ گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگران ان سے کہیں گے تم پرسلام ہو، تم خوش رہو تم اس میں ہمیشہ کے داخل ہوجاؤ۔ الزمر(73)۔

اور احادیث صحیحہ میں یہ ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں:

سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازہ ریان ہے جس میں روزہ داروں کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوگا) صحیح بخاری حدیث نمبر(3017)۔

عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے،اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے بندے اوراس کے رسول ہیں،اور یہ کہ عیسی علیہ السلام اللہ تعالی کے بندے اوراس کے رسول اوراس کا کلمہ ہیں،اسے مریم کی طرف القاء کیا اوراس کی طرف سے روح ہیں،جنت اور آگ حق ہیں،جو بھی اس کی گواہی دے اللہ تعالی اسے جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس میں سے چاہے داخل کرے،اس کے جو بھی عمل ہوں) صحیح بخاری حدیث نمبر(3180) صحیح مسلم حدیث نمبر(41)۔

اللہ تعالی کا اس امت پر فضل وکرم ہے کہ وہ رمضان المبارک میں جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے نہ کہ ایک دروازہ ، لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ جنت میں رضوان نامی دروازہ ہے اسے اس کی دلیل دینی چاہیے۔

ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری حدیث نمبر (3035) صحیح مسلم حدیث نمبر (1739(

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں جنت کی نعمتوں میں داخل فرمائے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ واللہ اعلم.